ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

ڈاکٹر فقیرا خان فقری کی شاعری میں مادیت پرستی اور منافقانہ رویوں کے خلاف مزاحمت

حسین گل

پروفیسر ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار

Abstract

The study analyses defiance in the poetry of Dr. Faqira Khan Faqri defiance is the central theme of his poetry. Dr. Faqira Khan Faqri opposes those acts and feelings that affect common man. Thus, his poetry deals with defiance and resistance criticizing materialism and hypocaracy. These attitude, however, give birth to social evils like unrighteousness. In modern world, rationalism and materialism have turned human beings into machines. They try to satiate with material things even at the cost of human's welfare. Dr. Faqira Khan Faqri has opposed and criticized such people and attitudes in his poetry. Dr. Faqira Khan Faqri poetry abounds with the love of human beings. His opposition of the negative attitudes is for the sake of the suffering of common man. If he opposes an idealogy, it is based on ethical considerations. Faqri can understand and peep into the inner of human. In short, Dr. Faqira Khan Faqri's poetry truly depicts the cultural values, customs and traditions, and socio-political situations of his age the mirrors and opposes the hypocracy, deception, and senselessness of the people.

کلیدی الفاظ: مزاحمت۔ منافقت۔ مادیت پرستی۔ ریاکاری۔ دھوکہ دہی

اس کرۂ ارض پر انسان ہی وہ واحد مخلوق ہے جو دوسرے انسانوں کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔ جس طرح یہ ایک خاندانی نظام سے وابستہ رہتا ہے اسی طرح سماجی رسوم ورواج، روایات اور اس کے اقدار سے بھی جڑا ہوتا ہے۔ گویا انسان کا دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلقات اس کی بہترین زندگی کے لیے ناگزیر ہے۔ یہ ہمیشہ سماج میں اپنی وقار برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ دن رات محنت کر کے اپنے لیے ایک مقام و مرتبے کا حصول چاہتا ہے۔ یہ مقام و مرتبہ دولت اور عزت دونوں صورتوں میں انسان کا اولین مقصد ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنی زندگی میں وہ بہت سارے لوگوں کے ساتھ ملتا جلتا ہے جن میں نیک، پاکیزہ اور عزت دار لوگ بھی ہوتے ہیں اور جھوٹے، مکار اور دھوکہ بازوں سے بھی اس کا واسطہ پڑتا ہے۔ اول الذکر لوگ ہمیشہ جتنا اپنی عزت کا خیال رکھتے ہیں اتنا ہی دوسروں کی عزت کا بھی پاس رکھتے ہیں لیکن جھوٹے، ریاکار اور منافق لوگ ہمیشہ مطلب پرست ہوتے ہیں اور صرف اپنا مطلب پورا کرنے کے لیے دوستی اور رشتوں کا ڈھونگ رچانے کا ناٹک کرتے ہیں اور جب مطلب پورا ہو جائے تو تمام رشتے بھول جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک گروہ ان میں منافقوں کا بھی ہے جن سے ہر وقت سماج کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ یہ کسی بھی معاشرے کے لیے زہرِ قاتل ہوتے ہیں جو اپنے کھوکھلے دعوؤں کے ذریعے سے لوگوں کا اعتماد حاصل کر کے اُنہیں دھوکے میں رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے افراد ہر ذی عقل و فہم کے نشانے پر رہتے ہیں۔ خاص طور پر شعرا کے ہاں ان کے خلاف بڑی توانا مزاحمت ملتی ہے۔

ڈاکٹر فقیرا خان فقریؔ کے کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی ان لوگوں کی منافقت، ریاکاری، جھوٹ، مکر و فریب اور مکاری کے خلاف کھل کر مزاحمت کی ہے۔ ایک عام فرد کی طرح شاعر بھی ہمیشہ اس خوف میں مبتلا رہتے ہیں کہ کہیں ان منافقوں کی وجہ سے معاشرے میں حاصل کیے گئے مقام و مرتبے میں کوئی کمی نہ آجائے اس لیے ہمیشہ میرؔ کی طرح دونوں ہاتھوں سے اپنا دستار تھامے رکھتے ہیں۔ دورِ حاضر کی ظاہری نمود و نمائش میں کسی کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ لوگوں کے لیے عزت ہی سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ اس لیے جھوٹ پر مبنی کہانیاں گڑھتے ہیں اور دوسروں کی زندگی میں مایوسیاں بھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فقریؔ کی شاعری میں اس خوف کا عنصر جگہ جگہ پر دیکھنے کو ملتا ہے۔ مثال ملاحظہ کیجیے:

دھڑکا سا ہے لگا ہوا اس دہر میں کہیں
ایسا نہ ہو کوئی مری پگڑی اُچھال دے (۱)

یہی وجہ ہے کہ فقریؔ اپنے دل کی باتیں صرف خود سے کرتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے اپنے من کی دنیا کے رازوں کو بیان نہیں کرتے۔ ان کی ویرانوں سے محبت اور تنہا پسند زندگی اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ اس دور کے عیار لوگوں سے محتاط رہتے ہیں اور بعد میں پچھتانے سے پہلے ہی اُن سے ناطہ توڑ کر تنہائی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ فقریؔ کے دل میں اپنے معاشرے، سماج اور یہاں تک کہ اس کائنات کے حوالے سے کئی راز مخفی ہیں جنھیں صرف وہ اپنے کلام میں ظاہر کرتے ہیں۔ دورِ حاضر کا ہر فرد اس کشمکش میں مبتلا ہے کہ کون صحیح ہے اور کون غلط؟ کس پر اعتبار کیا جائے اور کس پر نہیں؟ کون دوست ہے اور کون دشمن؟ کیونکہ ہر کوئی ''بغل میں چھری اور منہ میں رام رام'' کر کے دوسروں کو دھوکے میں رکھنے کا فن جانتا ہے۔ فقریؔ ان دھوکہ بازوں سے دور رہنے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں اور جو لوگ قابلِ اعتبار نہیں ہیں اُن سے ہم کلام تک نہیں ہوتے۔ اب ان کا کوئی رازداں نہیں ہے جس کے سامنے ان کے دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ ان کی زندگی کا تجربہ کافی عمیق ہے۔ لوگوں کو پرکھنے میں مہارت رکھتے ہیں اور اپنے تجربات اور مشاہدے کے زور پر اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ فقریؔ کے کلام میں انہی تجربات کا ذکر ملتا ہے۔ مثال ملاحظہ کریں:

کچھ تلخ تجربات نے محتاط کر دیا
ہر راز راز رکھتے ہیں اب رازداں سے ہم (۲)

ان کے کلام میں ایسے افراد کے خلاف مزاحمت کا رویہ ملتا ہے جو دوغلے پن میں مبتلا ہو کر اُن کی زندگی اجیرن بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے میں یہ خدشہ ہمیشہ لاحق رہتا ہے کہ کوئی رشتوں کی آڑ میں ہماری عزتوں، ہماری انا اور خودداری کو نیلام نہ کر دے۔ یہ خدشہ جدید دور کے ہر فرد کو لاحق ہے کیونکہ غیر یقینی صورتِ حال میں کوئی کسی پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ ہر دوسرا تیسرا شخص مارِ آستین بنا ہوا ہے اور موقع کی تلاش میں رہتا ہے کہ موقع ملا اور ڈس لیا۔ فقریؔ کے ہاں کہیں کہیں ''کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ویسا نہ ہو جائے'' والی کیفیت بھی ملتی ہے۔ جس طرح کہ لوگ دوستی کا ہاتھ بڑھا کر ہاتھ کر جاتے ہیں اور وہ لوگ جو دھوکہ کھا جاتے ہیں پھر وہ رسی سے بھی ڈرتے ہیں کہ ڈس نہ لیں۔ فقریؔ فرماتے ہیں:

ہر کوئی کہتا ہے بازار چلیں گے فقریؔ!
لا کے بازار میں نیلام نہ کر دے کوئی (۳)

یہ خطرات اور خدشات تب پیدا ہوتے ہیں جب آدمی یا تو زندگی کے تلخ تجربات سے گزرا ہو اور یا ان کا مشاہدہ بہت وسیع ہو۔ فقریؔ اپنے تجربات و مشاہدات کے بل پر شعر لکھتے ہیں۔ اُن کی شاعری کا ایک بڑا حصہ ان کی خود سوانحی عناصر سے بھرا پڑا ہے۔ وہ ماضی، حال اور مستقبل کے حوالے سے سوچتے ہیں۔ ماضی کے افراد اور معاشرے کے اقدار کو حال کے ساتھ ملاتے ہیں۔ ان کا موازنہ کرتے ہیں اور جب انہیں محسوس ہوتا ہے کہ حال ماضی سے ابتر ہے، وقت تیزی سے گزر رہا ہے اور مثبت اقدار ختم ہو رہے ہیں اور ان کی جگہ منفی اقدار اور رویے پروان چڑھ رہے ہیں تو بڑے آرام سے بغیر سوچے اپنا رختِ سفر باندھ لیتے ہیں اور کسی ایسی دنیا کی تلاش میں نکلتے ہیں جہاں امن، خوشی اور صداقت ہو۔ وہ فرماتے ہیں:

کہیں دور بسنے کو بس جا رہا ہوں
کہ اس دہر میں اب گزارا نہیں ہے (۴)

فقریؔ نے ان لوگوں کو خاص طور پر تنقید کا نشانہ بنایا ہے جو ظاہری طور پر خود کو مسیحا کے پیش کرتے ہیں لیکن دل میں ساری جہان کی کدورتیں اور نفرتیں پال رہے ہوتے ہیں۔ اُن کے خیال میں وہ لوگ جو ہمارے دکھوں پر صرف ظاہری طور پر اشک بہاتے ہیں اور عملی طور پر کوئی کردار ادا نہیں کرتے وہ ہمدرد

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

نہیں بلکہ فقط تماشائی ہیں جو ہماری بے بسی اور محرومیوں کا تماشا دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ فقریؔ نے سماج سے ہوتے ہوئے پورے ملک اور پوری دنیا کے منافقوں کو آشکارا کیا ہے جو آئے روز لوگوں کو نقصان پہنچاتے رہتے ہیں اور اپنائیت کے بڑے بڑے دعوے بھی کرتے ہیں۔ فقریؔ فرماتے ہیں:

اتنا پاگل بھی نہیں اشک بہانے والے
جانتا ہوں کہ مرا تو بھی تماشائی ہے (۵)

جھوٹ اور دکھاوے پر مبنی ان جذبات کو فقریؔ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ ایک سچے اور کھرے انسان کی طرح ان وقتی نمود و نمائش کو مسترد کرتے ہیں۔ سماجی اقدار اور روایات سے انہیں بے پناہ محبت ہے اور ان اقدار کو کچلنے والوں کے لیے نفرت کے جذبات بھی رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ دوستی اور ہمدردی کے نام پر دھوکہ دینے والوں کے خلاف قلم اُٹھاتے ہیں ہیں۔ منافق اور جھوٹے ان کے نشانے پر ہیں، وہ سچ کے ساتھی ہیں اس لیے جھوٹوں کو پہچان لیتے ہیں۔ فقریؔ فرماتے ہیں:

جس کی ہر چال میں سو چالیں تھیں
اس کو نظروں سے گرایا میں نے
جھوٹے لوگوں سے مجھے نفرت ہے
اپنا ہر قول نبھایا میں نے (۶)

ڈاکٹر فقیرا خان فقریؔ کی پوری شاعری انسان کے گرد گھومتی ہے۔ اُن کا موضوع خاص طور پر انسان ہے۔ وہ اگر حیات و موت کا تذکرہ بھی کرتے ہیں تو اس میں بھی انسان کی بے بسی کو ظاہر کرتے ہیں اور اگر سماجی حالات کا رونا روتے ہیں تو بھی انسان کی بے وقعتی کی وجہ سے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

> ”فقریؔ کی شاعری کا محور انسان اور اس کے ارد گرد کا ماحول ہے۔ وہ اپنے ارد گرد گہری نظر ڈالتا ہے زندگی کے حقائق کا سراغ لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر چند اس میں اس کا جگر لخت لخت اور انگلیاں فگار ہو جاتی ہیں۔“(۷)

ان کے مجموعۂ کلام ”کرگس زیست“ میں موجودہ دور کی مادیت پرستی اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات کے حوالے سے خوبصورت اشعار ملتے ہیں۔ آج کے دور میں جس طرح رشتوں کی بے قدری اور بے وقعتی پروان چڑھ رہی ہے ایسے میں جذبات و احساسات کو کون دیکھتا ہے۔ لالچ اور ہوس نے جہاں ڈیرے جمائے ہوں وہاں جذبات کی قدر نہیں ہوتی۔ یہ جذبات محبت کے ہوں، ہمدردی اور یا انسان دوستی کے، کوئی انہیں خاطر میں نہیں لاتا۔ اس لیے فقریؔ ماضی کے اقدار کو گلے سے لگائے ہوئے ہیں اور اُن روایات کی پاسداری کرتے ہیں جس سے معاشرہ بنتا ہے۔ اس حوالے سے افتخار درانی لکھتے ہیں:

> ”فقری صاحب کی قدامت پسندی اور قدیم روایات کی پاسداری بھی ایک مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے یہ کبھی سوچا تک نہ ہوگا کہ زمانہ کافی بدل چکا ہے۔ راہ و رسم کے پیمانے، قربت اور الفت کے افسانے کیا سے کیا ہو گئے ہیں۔ لیکن فقریؔ صاحب جہاں تھے وہیں ہیں۔ ٹس سے مس نہیں ہوئے اور نہ ہونے کی اُمید ہے۔“(۸)

فقریؔ اُس پرانی روش کو اپنائے ہوئے ہیں جن میں اگر کسی کی ایک آنسو بھی گرے تو وہ خون کے آنسو روتے ہیں۔ ان کی اپنی زندگی اور شاعری دونوں اس جذباتیت کے نمونے ہیں۔ اس لیے وہ جذبات کی بے قدری کا رونا روتے ہوئے لکھتے ہیں:

نفسا نفسی کے کٹھرے میں پکڑ کر جابجا
لالچوں کی سولیوں پر جذبے لٹکائے گئے (۹)

فقیرا خان فقری ؔان مجبور و ناتواں لوگوں کو اپنا رفیق مانتے ہیں جنہیں لوٹ لیا گیا، جن کی عصمتیں تار تار ہو گئیں، جو بے یار و مددگار ہو کر اپنی زندگی کا ماتم کر رہے ہوتے ہیں اور معاشرے کے اُن بے حس افراد کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتے ہیں جو صرف تماشا دیکھتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور اور ہر خطے میں ان تماشائیوں کی وجہ سے لاکھوں افراد کی زندگیاں تباہ ہو گئیں۔ فقری ؔاپنے کلام میں معاشرے کے منافقوں اور تماشائیوں کے خلاف بھرپور مزاحمت کرتے ہیں۔ اس لیے وہ "شمر" اور "کوفیوں" کی تلمیحات لاتے ہیں جو انتہائی کرب کے ماحول کو پیدا کرنے کا سبب بنے تھے۔ دورِ حاضر میں بھی کئی شمر ہیں جو کوفیوں کی خاموشی کی وجہ سے نڈر اور بے باک ہو کر مجبوروں کا خون چوستے ہیں۔ فقری ؔفرماتے ہیں:

مجبور ہوا جب بھی تو لاچار لٹا ہوں
کتنا ہی میں بے یار و مددگار لٹا ہوں
ہر روز شمر ایک نیا مجھ کو ملا ہے
میں زیست کے کوفے میں کئی بار لُٹا ہوں (۱۰)

ان کے کلام میں شکایتی انداز خاصا توانا ہے وہ ہر اس فرد سے شکوہ کرتے ہیں جو یا تو ظلم کرتے ہیں جو ظلم ہوتے ہوئے دیکھتا ہے مگر تماشائی بن کر صرف اپنے آپ کو بچاتا پھرتا ہے۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقری ؔکے خیال میں ایسے افراد دشمن سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

ہمارے ساتھ وہ جو ہاتھ کر گیا فقری ؔ
نہیں ایسا عدو کے ساتھ بھی عدو کرتے (۱۱)

فقری ؔنے منافقوں کی اس خصلت کو بھی ظاہر کیا ہے جو حق اور صداقت کا سامنا نہیں کر سکتے، جو ادھر اُدھر کی باتیں کر کے سچائی کو چھپاتے ہیں۔ وقت کی رفتار اور حالات کے ساتھ اپنا سوچ بدلتے رہتے ہیں جو ڈٹ کر کھڑے نہیں ہوتے۔ فقری ؔنے سچائی چھپانے والوں کو چور کہا ہے جن میں خودی نہیں ہے وہ زندگی کی سچائیوں کا سامنا نہیں کر سکتے۔ مثال دیکھیے:

اُس کی داڑھی میں کئی تنکے تھے
مجھ سے وہ بات کھری کیا کرتا (۱۲)

"قلزمِ زیست" میں شامل ایک نظم "حسنِ ازل" میں بھی سماجی حوالے سے موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ انسان کا انسان کو نقصان پہنچانا اور منافقت کے رویے کو پروان چڑھانا فقری ؔکے لیے قابلِ نفرت ہے۔ اس نظم میں علم کی درسگاہوں میں موجود لوگوں کے اندر پھیلتے ہوئے حسد اور ایک دوسرے کے خلاف سازشیں رچانے والوں کے خلاف مزاحمت کی گئی ہے۔ حقیقت میں یہ افراد (اساتذہ) معاشرے کے لیے "رول ماڈل" ہیں۔ یہی اساتذہ زندگی کی تلخیوں سے شیرینی کا رس بنانے کے بعد لوگوں میں علم و ہنر کا شوق پیدا کرتے ہیں۔ فقری ؔنے اس طبقے کے بعض حاسدین اور منافقوں کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور ایسے لوگوں کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر کے اللہ تعالیٰ سے ان کے شر سے بچنے کی دعا کی گئی ہے۔ نظم سے مثال ملاحظہ کریں:

دانشکدوں میں اکثر
دیکھا ہے میں نے رہ کر
بغض و حسد کے مارے
رہتے ہیں ناگ سارے

ایسے منافقوں سے
دوزخ کے عاشقوں سے (۱۳)
فریاد ہے کہ ہائے
مولا ہمیں بچائے

اس حوالے سے فقریؔ کی یہ بات اس لیے بھی مستند گردانی جاتی ہے کہ وہ خود بھی اس شعبے میں رہ چکے ہیں۔ اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں انہوں نے ایسے کئی واقعات دیکھے ہوں گے اس لیے تو وہ ''دیکھا ہے میں نے رہ کر'' کہہ رہے ہیں۔ دھوکہ، فریب، مکر، منافقت اور بغض و عناد جس بھی معاشرے میں پھیلے گی وہ معاشرہ اندر سے کھوکھلا ہو جائے گا اور اس میں جہالت کے اندھیرے بس جائیں گے۔ امید، کامیابی اور سالمیت کی روشنیاں اس سماج میں ماند پڑ جاتی ہیں جس کی وجہ سے مایوسی کے اندھیرے نامعلوم مدت کے لیے ایک خوفناک سائے کی طرح اپنی جگہ بنا لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ درویشی فقریؔ کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہے وہ خود دنیا کے کروفر سے دور رہ کر زندگی کی آہوں اور سسکیوں کو محسوس کرتے ہیں۔ اسی فقیری میں وہ بادشاہوں تک کو خاطر میں نہیں لاتے۔ درباری چاپلوسی اور خوشامدی ان کے ضمیر میں نہیں ہے۔ اسی لیے وہ فرماتے ہیں:

بادشاہوں کی تمنا ہے تو خود آجائے
ہم نہیں جاتے کبھی کانچ کے درباروں میں (۱۴)

آج کے دور میں ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ اُس کی پہنچ شاہی دربار تک ہو اور اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ ہر کوئی صرف اپنے قصیدے سننا اور سنانا چاہتا ہے۔ فقریؔ کا کلام اس دور کا آئینہ ہے جس میں ہر کوئی اپنے آپ کو دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح رازوں کے فاش کرنے والوں کے خلاف بھی فقریؔ کا رویہ بہت سخت رہا ہے۔ یہ رویہ خاص طور پر سیاست دانوں اور عام طور پر سماج کے عام افراد میں بھی موجود ہے جو لوگوں سے باتیں اُگلواتے ہیں اور پھر اُن باتوں کو دوسروں کے ساتھ زیرِ بحث لاتے ہیں جس سے تلخی اور بعض اوقات بات دشمنی اور قتل و غارت گری تک آجاتی ہے۔ فقریؔ نے ان لوگوں کو ''مارِ آستین'' کہا ہے جو اپنے پالنے والے کو ہی سب سے پہلے ڈس لیتے ہیں۔ شعر ملاحظہ کریں:

ہر شخص مارِ آستیں لگنے لگا ہے اب
سب راز فاش کر دیئے ہیں راز دار نے (۱۵)

سکردو سے کراچی تک منافق ہیں

میں خود کو خود سے بھی دھتکار بیٹھا ہوں (۱۶)

ایسے عالم میں ڈاکٹر فقیرا خان فقری منافقوں کو نظروں سے گرا دیتے ہیں اور جس میں خلوص اور سچائی نہ ہو اُن کے سامنے نہ اپنے دل کی باتیں کرتے ہیں اور نہ اُن پر اعتماد کرتے ہیں۔ فقری ایک سچے اور کھرے شاعر ہیں، اُن کی شخصیت میں صداقت اور سچائی ہے اور یہی سچائی اُن کے کلام میں بھی نمایاں ہو گئی ہے۔ اپنے وطن سے بے لوث محبت کرنے والے جب وطن کی حالت دیکھتے ہیں تو اُٹھتے ہیں تو مقتدر طبقے کی منافقانہ رویوں کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں۔ اسی طرح فقری معاشرے کے اُن کرداروں کو اپنی شاعری کا موضوع بناتے ہیں جو یا تو سچائی کا دامن تھامے ملک وملت اور اسلام کی نفاذ کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور یا ملک و ملت اور اسلام کے غدار ہوتے ہیں۔ اول الذکر کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور نوجوان طبقے کے لیے انہیں ایک آئیڈیل کی صورت میں سامنے لاتے ہیں جبکہ مؤخر الذکر کے کردار سے لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں اور خود اُنہیں نظروں سے گرا کر اُنہیں ذلیل گردانتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق فقری فرماتے ہیں:

شخص بے لوث نہ ہو جو فقری
اُس کو نظروں سے گرا دیتا ہوں (۱۷)

اس کے مقابلے میں فقری حق وصداقت کا نہ صرف پرچار کرتے ہیں بلکہ خود بھی اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر سچائی کا ساتھ دیتے ہیں۔ چاہے مقابلے میں نمرود جیسا ظلم وجابر حکمران ہی کیوں نہ ہو لیکن نہ تو منافقت کا ساتھ دیتے ہیں اور نہ اُن سے خوف کھاتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

دورِ حاضر کی چتاؤں میں سے
سر ہتھیلی پہ سجا گزرا ہوں
ان گنت آج کے نمرودوں کی
آنکھ سے آنکھ لڑا گزرا ہوں (۱۸)

مادیت پرستی کے اس دور میں سماج کے حالات اتنے ابتر ہو گئے ہیں کہ جہاں دیکھو جھوٹوں کا بول بالا ہے۔ جھوٹے، مکار اور ریاکاروں کی زندگی عیش و عشرت میں گزر رہی ہے اور حق وصداقت کا علم بلند کرنے والوں کو زیرِ عتاب لایا جاتا ہے۔ ایسے لوگ یا تو پابندِ سلاسل کیے جاتے ہیں اور یا انہیں موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ہے۔ فقری نے معاشرے کے اس رویے کی نقاب کشائی کچھ اس طرح کی ہے:

نہ جانے کب مجھے مصلوب کر ڈالے
میں اپنے وقت کا منصور بیٹھا ہوں (۱۹)

حق اور صداقت کا علم بلند کرنے والا شاعر کبھی بھی زندگی کی سختیوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقری بھی حق کے راہی ہیں جو ملک کے جھوٹے، منافقت اور چالاک لوگوں سے نفرت برتتے ہیں۔ اُن کی شاعری میں یہ نفرت بڑے واضح الفاظ میں پیش کی گئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

غم کے ڈسے ڈسے
سب رہگذار ہیں
افسوس دیس کے

باسی مکار ہیں (۲۰)

ہر کوئی بکنے پہ آمادہ ہے
ہر کوئی کہتا ہے پیسے پیسے (۲۱)

دورِ حاضر میں دولت کے حصول اور مشینی دور کی مادیت پرستی نے دوسروں کے لیے احساس کو تقریباً ختم کر دیا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کے بارے میں مشینوں کی طرح سوچتے ہیں جہاں زندگی جذبات واحساسات سے خالی ہو جاتی ہے۔ سماج میں ایک ہنگامہ بپا ہے جس میں ہر انسان صرف اپنے فائدے کی سوچتا ہے۔ جس نے مطلب پرستی اور منافقت جیسے مضر اور خطرناک رویے کو تشکیل دیا ہے۔ فقریؔ کی شاعری میں جس طرح ماضی کی تابناکی اور مثبت اقدار سے محبت کا جذبہ نمایاں ہے اُسی طرح حال کی مطلب پرستی، منافقت، لالچ، دھوکہ دہی اور مکاری وعیاری کے لیے فقریؔ کے کلام میں نفرت آمیز لہجے کا پتہ بھی ملتا ہے۔ اس دور کی اس جہت کو فقریؔ ایک شعر میں یوں بیان کرتے ہیں:

نفسا نفسی میں کسی کا پیارے!
عمر بھر کوئی کہاں ہوتا ہے؟ (۲۲)

دورِ حاضر میں پوری دنیا ایک میدانِ حشر کا منظر پیش کر رہا ہے۔ اپنے پرائے ہو چکے ہیں، دوست دشمن بن چکے ہیں اور غیروں کے اشاروں پر ناچتے ہوئے اپنے ہی ملک اور اپنے ہی لوگوں کو نقصان پہنچانے پر تلے ہوئے ہیں۔ فقریؔ نے جگہ جگہ پر ان لوگوں کے لیے ''مارِ آستین'' کا لفظ استعمال کیا ہے جو اپنے ہونے کے بڑے دعویدار ہیں لیکن موقع ملتے ہی اپنی اصلیت دکھا دیتے ہیں اور اُن لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں جن سے کبھی محبت کے دعوے کیے گئے۔ شعر ملاحظہ کریں:

ڈستا ہے آستیں سے
رہ رہ کے مار میرا (۲۳)

اسی طرح ڈاکٹر فقیر اخان فقریؔ کے کلام میں اُن لوگوں کو بہ طورِ خاص تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے جو احسان کا بدلہ بغض وعناد کے طور پر دیتے ہیں۔ کسی بھی معاشرے میں ایسے لوگ بڑی تعداد میں موجود ہوتی ہے جو احسان کا بدلہ احسان سے نہیں بلکہ نقصان دے کر دیا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو فقریؔ بڑے سخت الفاظ میں یاد کرتے ہیں:

جس نے سیکھا تھا نشانہ مجھ سے
اُس نے بھی گھات سے مارا مجھ کو (۲۴)

معاشرے کی سیاسی اور سماجی حالت روز بہ روز خراب ہوتی جا رہی ہے اور اس کی اصل وجہ خلوص اور سچائی کا ناپید ہونا ہے۔ سیاستدانوں سے لے کر نام نہاد لیڈرز لوگوں کو اعتماد میں لے کر اُن کو لوٹتے چلے آ رہے ہیں۔ فقریؔ اُن پارساؤں کو بھی موردِ الزام ٹھہراتے ہیں جو کبھی اپنی گریبان میں جھانکنے کی کوشش نہیں کرتے جو صرف نمود ونمائش کے لیے خود کو نیکو کاروں کی فہرست میں شامل کرتے ہیں۔ شعائرِ اسلامی کی ادائیگی بھی ان لوگوں کو دکھانے کے لیے ہوتا ہے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

جس سے لوگ اُن پر اندھا اعتماد کرتے ہیں لیکن لین دین میں ایسی منافقت برتتے ہیں کہ ہر کوئی اُن سے پناہ مانگتا پھرتا ہے۔ اسی طرح فقری عوام سے بھی شکایت کر رہے ہیں اور اُن کی منافقت کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں جو ظلم تو سہتے ہیں بغاوت نہیں کرتے۔ ان کی مزاحمت نہ صرف مقتدر طبقے کے خلاف ہے بلکہ ہر اُس شخص کے خلاف وہ آواز اُٹھاتے ہیں جو زندگی کے غلط رویوں کو اپنا کر مثبت اقدار کو نظر انداز کرتے ہیں۔ فقری کے اشعار ملاحظہ کریں:

مجھ کو تو بیچ ڈالا
رستے میں پارسا نے (۲۵)

یاں منافق ہی منافق ہیں سب
میں بغاوت پہ اُبھاروں کیونکر؟ (۲۶)

بنیادی طور پر سماج میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں اچھے اور برے۔ ان کو صرف ان دو حصوں میں اس لیے تقسیم کیا گیا ہے کہ وہ تمام رویے، عادات واطوار، طرزِ زندگی، جذبات و احساسات اور اعمال کہ جس سے دوسرے لوگوں کو ذہنی، جسمانی اور مالی فائدہ یا نقصان پہنچتا ہو، اُنہیں ان دو خصوصیات میں سے کسی ایک پر پرکھا جاتا ہے۔ اچھے لوگوں میں جو سب سے بڑی خاصیت ہوتی ہے وہ سچائی، ایمانداری، ہمدردی اور وفاداری ہے۔ اور برے لوگوں میں منافقت کا رویہ انہیں دوسرے کئی برائیوں کا مرتکب کر دیتی ہے۔ منافق جھوٹ بولتا ہے، لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتا ہے اور خود کو دوست ثابت کرتے ہوئے دغا دے جاتے ہیں۔ دھوکہ، فریب، ریاکاری اور مکاری ان کی سرشت میں ہوتی ہے۔ ہر مکتبۂ فکر کے لوگوں میں اس قبیل کے افراد ہوتے ہیں جن کے خلاف ڈاکٹر فقیرا خان فقری کی شاعری میں کھل کر آواز اُٹھائی گئی ہے۔ یہ آواز اتنی توانا ہے کہ ان کی شاعری کا یہ رُخ مزاحمت پر مبنی ہو جاتا ہے۔ سچ کا ساتھ دینا اور جھوٹ کی مخالفت کرنا سماجی طور پر ایک مثبت اور بہترین معاشرے کی تشکیل کے لیے لازمی امر ہے اور فقری کے کلام میں یہ رویہ ایک توانا آواز کی صورت میں موجود ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقری، ہم دہر کے مردہ خانے میں، گوہر پبلی کیشنز لاہور، جون ۲۰۱۱ء، ص ۳۶
۲۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقری، قلزمِ زیست، پاک بک ایمپائر لاہور، اکتوبر ۲۰۱۳ء، ص ۵۶
۳۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقری، قفسِ گردوں، ایکسپرٹ گرافکس پشاور، اپریل ۲۰۱۸ء، ص ۱۵۷
۴۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقری، ہم دہر کے مردہ خانے میں، گوہر پبلی کیشنز لاہور، جون ۲۰۱۱ء، ص ۴۱
۵۔ ایضاً، ص ۱۳۳
۶۔ ایضاً، ص ۱۴۱
۷۔ ڈاکٹر سلیم اختر، اردو شاعری کا پٹھان جرنیل، مشمولہ کرگسِ زیست، پاک بک ایمپائر لاہور، جون ۲۰۱۲ء، ص ۱۱
۸۔ افتخار دُرانی، جلال ہی جلال ہے، مشمولہ کشتیاں ہم بھی جلا سکتے ہیں، پاک بک ایمپائر لاہور، مئی ۲۰۱۳ء، ص ۱۲
۹۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقری، کرگسِ زیست، پاک بک ایمپائر لاہور، جون ۲۰۱۲ء، ص ۷۳
۱۰۔ ایضاً، ص ۶۴
۱۱۔ ایضاً، ص ۶۲
۱۲۔ ایضاً، ص ۱۳۷

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3, 2024

۱۳۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقری، حسنِ ازل، مشمولہ قلزمِ زیست، پاک بک ایمپائر لاہور، اکتوبر ۲۰۱۳ء، ص ۱۹۔۲۰

۱۴۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقری، وقت کے گونجتے بیاباں سے، پاک بک ایمپائر، لاہور، اگست ۲۰۱۴ء ص ۱۱۶

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۷۶

۱۶۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقریؔ، موت کے پتلے، ایکسپرٹ گرافکس پشاور، فروری ۲۰۱۶ء، ص ۹۳

۱۷۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقریؔ، نیم سوز، ایکسپرٹ گرافکس پشاور، اکتوبر ۲۰۱۷ء، ص ۶۵

۱۸۔ ایضاً، ص ۴۲

۱۹۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقریؔ، قفس گردوں، ایکسپرٹ گرافکس پشاور، اپریل ۲۰۱۸ء، ص ۱۲۲

۲۰۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقریؔ، کور تا گور، ایکسپرٹ گرافکس پشاور، جولائی ۲۰۲۰ء، ص ۹۸

۲۱۔ ایضاً، ص ۱۱۶

۲۲۔ ایضاً، ص ۱۲۳

۲۳۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقریؔ، دشتِ ادوار، ایکسپرٹ گرافکس پشاور، اپریل ۲۰۲۳ء، ص ۱۷

۲۴۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقریؔ، کتبہ ہے جوانی کا، ایکسپرٹ گرافکس پشاور، جولائی ۲۰۲۳ء، ص ۵۳

۲۵۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقری، گم گشتہ، ایکسپرٹ گرافکس پشاور، جولائی ۲۰۲۳ء، ص ۲۳

۲۶۔ ڈاکٹر فقیرا خان فقریؔ، سوگ در سوگ، ایکسپرٹ گرافکس پشاور، جولائی ۲۰۲۳ء، ص ۱۰۴